



# E-Content

Instructional Media Centre  
Maulana Azad National Urdu University  
Gachibowli, Hyderabad - 32  
T.S. India

## Subject / Course - B.A 3rd Year Islamic Studies

Paper : IV / Tasawuf (Block 1)

Module Name/Title : Tasawuf Taruf o Tareekh Unit 1(Panel Discussion)



### DEVELOPMENT TEAM

CONTENT	DDE
PRESENTATION	Dr Mushtaque Ahmed, Dr Aleem Ashraf, Dr Fahim Akhtar
PRODUCER	Mr. Md Mujahid Ali



Instructional Media Centre  
Maulana Azad National Urdu University  
Gachibowli, Hyderabad - 32  
T.S. India



# اکائی 1: تصوف-تعارف اور تاریخ

## اکائی کی ساخت

مقصد	1.1
تمہید	1.2
تصوف: معنی و مفہوم	1.3
تصوف کی تاریخ	1.4
پہلا دور	1.5
دوسرا دور	1.6
تیسرا دور	1.7
چوتھا دور	1.8
پانچواں دور	1.9
چھٹا دور	1.10
خلاصہ	1.11
نمونے کے امتحانی سوالات	1.12
مطالعہ کے لیے معاون کتابیں	1.13

## 1.1 مقصد

اس اکائی کا مقصد طلبہ کو تصوف کا معنی و مفہوم بتانے کے ساتھ اس کی تفصیلی تاریخ سے آگاہ کرنا ہے۔ تاکہ وہ تصوف کے معنی و مفہوم کے ساتھ ساتھ اس کی تاریخ کے مختلف ادوار سے بھی بخوبی واقفیت حاصل کر لیں۔

## 1.2 تمہید

ذیل کی اکائی میں کوشش کی جائے گی کہ تصوف کے معنی و مفہوم کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ اس کے اصل کی کھوج لگائی جائے اور خود صوفیہ کرام نے تصوف کی جو تعریفیں بیان کی ہیں، انہیں پیش کر دیا جائے۔ ساتھ ہی ہماری کوشش ہوگی کہ تصوف کی تاریخ کو مختلف ادوار میں اس طرح تقسیم کیا جائے کہ طلبہ کے لیے اس کا سمجھنا آسان اور مفید ہو۔

لفظ ”تصوف“ کے اشتقاق کے بارے میں محققین کے درمیان کافی اختلاف رہا ہے، اگرچہ فی زمانہ لفظ ”صوف“ پر ایک قسم کا اتفاق ابھر رہا ہے۔ یہ مادہ صوف سے باب تفعیل کا مصدر ہے اور اس کے معنی عادتاً ادنیٰ لباس کو پہن لینے اور دنیاوی نام و نمود، عیش و عشرت اور نفسانی لذات سے کنارہ کشی کر کے متصوفانہ زندگی کے لیے خود کو وقف کر دینے کے ہیں۔ ذیل میں محققین کی آراء کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے:

1. صوفیہ اہل الصنفہ کی طرف منسوب ہیں جو عہد رسالت میں مستقل ذرائع معاش کے نہ ہونے کے باعث مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے شمالی جانب کے پیش دالان میں رہتے تھے تلاوت قرآن مجید، ذکر اللہ اور عبادت کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی و توجہ کی امید رکھتے، رسول اللہ ﷺ سے علم کی تحصیل میں مصروف رہتے اور نو مسلموں کو مبادی اسلام اور فرائض دین و ممنوعات شرعیہ کی بابت تعلیم دیتے، ان کی زندگی توکل علی اللہ کی مظہر تھی۔

2. صوفیہ بنو صوفہ کی طرف منسوب ہیں جو ایک ایسا بدوی قبیلہ تھا جس نے حرم کعبہ اور زائرین کی خدمت میں شہرت حاصل کی تھی۔

3. صوفیہ اہل صفاء کی طرف منسوب ہیں جنہوں نے صفائے باطن کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا تھا تاکہ تصفیہ باطن کے ذریعہ تزکیہ نفس کے فریضہ کی تکمیل کر سکیں۔

4. صوفیہ صف اول کی طرف منسوب ہیں، یعنی عبادت شاقہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ میں سب سے آگے آگے رہیں تاکہ اللہ کے نزدیک ان کا شمار مقربین و صالحین کی صف اول میں ہو۔

5. صوفیہ صوفانہ کی طرف منسوب ہیں جو ایک قسم کی ترکاری ہے۔ کسی زمانہ میں گوشت خوری سے شہوات نفسانی کے بھڑکنے کا خیال عام تھا، چنانچہ بعض صوفیہ نے گوشت سے پرہیز اور ترکاری پر قناعت اختیار کی تھی۔

6. صوفیہ صوفہ القفا کی طرف منسوب ہیں جس کے معنی گدی پر بالوں کی لٹیں یا بالوں کا گچھا ہوتے ہیں۔

7. صوفیہ یونانی لفظ ”سوفوس“ سے مشتق ہے جس کے معنی حکمت ہیں۔

8. لفظ صوفیہ یونانی لفظ ”سیوسوفیا“ سے مشتق ہے جس کے معنی حکمت الہ بتائے جاتے ہیں۔ البیرونی کے بموجب لفظ ”سوفوس“ اور لفظ ”سیوسوفیا“ کا حرف ”س“ تعریب کے بعد حرف ”ص“ سے بدل گیا۔

9. صوفیہ ”صوف“ (اون، پشم) کی طرف منسوب ہیں چونکہ انہوں نے جلیل القدر انبیاء و رسل مثلاً حضرت موسیٰؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے عام لباس اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لباس بوقت وصال کو اپنایا، شہرت سے گریز اور سادہ زندگی اختیار کی، اس لیے وہ صوفی کہلائے۔

صوفیہ کرام نے خود تصوف اور صوفی کی مختلف انداز سے تعریف، تفسیر و توضیح کی ہے۔ اختلاف کا سبب بظاہر کہنے والے کا اپنا حال اور مخاطب کے حال و مقام و کیفیت کی رعایت ہے۔ ان تعریفات کی تعداد بقول شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی ایک ہزار سے زیادہ ہے۔

ذیل میں چند تعریفات درج کی جاتی ہیں:

1. ابو محمد جریری نے فرمایا کہ تصوف فضائل اخلاق کو اختیار کرنا اور رذائل اخلاق سے نکلنے کا نام ہے۔
2. جنید بغدادی سے ایک مرتبہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ تصوف یہ ہے کہ حق تعالیٰ تجھے تیری اپنی ذات سے (شعوراً) فنا کر دے اور اپنی ذات کے ساتھ (شعوراً) زندہ رکھے۔
3. عمرو بن عثمان مکی سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ بندہ ہر وقت ایسے حال میں رہے جو اس کے لیے وقت کے مطابق (اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لیے) بہتر ہو۔
4. سنون سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ نہ تو کسی چیز کا مالک بنے اور نہ کوئی (بجز اللہ) تیرا مالک بنے۔ یہی قول ابو الحسین نوری کی طرف بھی منسوب ہے۔
5. رویم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ نفس کو کاملاً اللہ کے ساتھ چھوڑ دینا کہ وہ نفس پر جیسا چاہے تصرف کرے۔
6. ابو الحسین نوری نے فرمایا کہ تصوف نفس کی لذتوں کو چھوڑنے کا نام ہے۔
7. جنید بغدادی ہی نے فرمایا کہ تصوف یہ ہے کہ تو اللہ کی معیت کے احساس سے ایسا معمور ہو جائے کہ علاقہ دنیوی کا لہم ہو جائیں۔
8. جنید ہی نے فرمایا کہ تصوف (نفس و شیطان کے خلاف) ایک حالت جنگ ہے جس میں کوئی صلح نہیں۔
9. ابو علی روزباری نے فرمایا کہ تصوف عبارت ہے حبیب کے در پر ڈیرہ ڈال دینے سے، خواہ اس کی طرف سے جھڑکیاں اور دھکے ہی کیوں نہ سہنا پڑیں۔
10. سہل بن عبد اللہ تستری نے فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو اپنا خون معاف اور اپنی ملک (خلائق کے لیے) مباح کر دے۔
11. ابو محمد جریری نے فرمایا کہ تصوف اپنے احوال کی نگہداشت اور پاس ادب کے لزوم کا نام ہے۔
12. ابو تراب نخشی نے فرمایا کہ صوفی وہ ہے جسے کوئی چیز مکدر نہیں کر سکتی بلکہ ہر چیز کو اس سے صفائی حاصل ہوتی ہے۔
13. ابن الجلا نے فرمایا کہ صوفی کی تعریف کسی علم میں نہیں پائی جاتی لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو فقیر (محتاج) ایسا ہو کہ اس نے اسباب کی قید سے خود کو آزاد کر لیا ہو اور مکانیت کی قید کے بغیر اللہ کی معیت حاصل کر لی ہو اور حق سبحانہ و تعالیٰ اسے کسی مکان (و حال) کے علم سے غافل نہیں رہنے دیتے تو وہ صوفی کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تصوف ادب، خاموشی، ذکر و وجد، فنا، صفائی یا صفاء باطن، صبر و تحمل، عطا و سخا، ترک آرزو، ترک شہوات، ترک اخلاق بد، حسن خلق، نیک اعمال، نفس و شیطان کے جال سے آزادی، جو انمردی، حقوق نفس کی ادائیگی، توجہ الی اللہ اور قرب حق کے شعوری احساس کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے قریب تر ہونے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایک جہد مسلسل سے عبارت ہے۔

ابونصر سراج نے کتاب اللمع فی التصوف میں صراحت کی ہے کہ صوفیہ کرام کے تمام طبقے محدثین و فقہاء کے معتقدات سے کامل

اتفاق کرتے ہیں اور ان کے علوم و فنون، مطالب و مفاہیم اور طریقوں سے کوئی اختلاف نہیں رکھتے بشرطیکہ ان میں لہو و لعب پر مبنی بدعات کی آمیزش نہ ہو اور خود ان محدثین و فقہاء پر پیروی رسول ﷺ کا غلبہ ہو۔

وہ صوفیہ جو علمی لحاظ سے محدثین و فقہاء کے مرتبے کے نہیں ہوئے، تو ان میں حدود شریعت کے مشکل مسائل کے حل کے لیے انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور جس مسئلہ پر محدثین و فقہاء متفق ہوں اس کو تسلیم کر لیتے ہیں، اور جہاں محدثین و فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہو وہاں صوفیہ کا طریقہ یہ ہے کہ احسن، اولیٰ اور اکمل صورت کو اختیار کیا جائے تاکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جو احکام صادر فرمائے ہیں ان پر انتہائی احتیاط کے ساتھ عمل ہو سکے۔ صوفیہ کے پاس امور دین کے سلسلے میں کسی قسم کے جھوٹ، تاویل، تخریص، آسائش اور شبہات کو راہ دینے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ان کے ماسوا صوفیہ کے پاس عمل کا ایک اور درجہ ہے، اور وہ ہے (اللہ کے قرب، خوشنودی اور دیدار کی خاطر) مراتب بلند کی طرف بڑھنا۔

سراج مزید لکھتے ہیں کہ صوفیہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ جب ”فرائض و حقوق کی ادائیگی اور افعال ممنوعہ سے احتراز کرتے ہیں تو اس کے ساتھ اپنے سے غیر متعلق چیزوں کو علیحدہ کر دیتے ہیں اور ہر اس تعلق کو ختم کر دیتے ہیں جو ان کے اور مطلوب و مقصود (اللہ سبحانہ) کے درمیان حائل ہو۔

صوفیہ کے کچھ مخصوص آداب ہیں مثلاً (1) زیادہ کے مقابلہ میں تھوڑی سی دنیوی دولت پر قناعت (2) قوت لایموت پر اکتفاء (3) ضروری لباس، پھونانا اور دیگر انتہائی ضروری چیزوں پر گزارہ (4) امیری پر فقیری کو ترجیح (5) شکم سیری پر بھوک کو ترجیح (6) انانیت، فخر اور علوم مرتبت سے کنارہ کشی (7) چھوٹوں پر شفقت اور ہر ایک کے آگے تواضع (8) خلق خدا کے لیے قربانی دینے کا جذبہ (9) دنیا حاصل کرنے والوں پر رشک سے گریز (10) اللہ سبحانہ سے حسن ظن (11) امور اطاعت میں مسابقت (12) تمام نیکیوں کی طرف پیش قدمی (13) توجہ الی اللہ (14) آزمائشوں پر صبر (15) اللہ کے ہر فیصلہ پر قلبی رضامندی (16) مسلسل مجاہدہ نفس، خواہشات مذمومہ کی مخالفت اور نفس امارہ اور شیطان سے دشمنی (17) خوف خدا اور امید رحمت (18) تفکر بلاء اللہ (اللہ کے احسانات کے بارے میں غور کرنا) (19) حدیث نفس سے اجتناب (20) تشابہات قرآن و حدیث پر غور و فکر سے گریز اور ذکر الہی سے دور کرنے والی اشیاء سے مکمل احتراز (21) اخلاص نیت (22) ارادہ حق سے اپنے ارادے کو ہم آہنگ رکھنے کی کوشش (22) رسول کریم ﷺ کے خلق عظیم کو اپنانے کا شوق (23) اپنی اپنی بساط کے مطابق حقائق کا بیان (24) عرفان نفس (25) غیر اللہ سے قلب و روح کی حفاظت

محققین کے نزدیک قرآنی الفاظ فقنتین (فرمانبردار مرد)، فقنت (فرمانبردار عورتیں)، صدقین (سچے مرد)، صدقت (سچی عورتیں)، خشعین (انکساری کرنے والے مرد)، خشعت (انکساری کرنے والی عورتیں)، محسنین (اللہ سبحانہ کے استحضار کے ساتھ بھلائی کرنے والے)، عبدون (اللہ کی کثرت سے عبادت کرنے والے)، حمدون (ظاہر و باطن کو اللہ کی حمد میں مشغول رکھنے والے)، سائفون (زمین و آسمان میں ابداع و تخلیق کے دیکھنے کی غرض سے سیاحت کرنے والے)، الرکعون السجدون (اللہ کی کبریائی کے پیش نظر کثرت رکوع و سجود میں مشغول)، الامرون بالمعروف و الناهون عن المنکر (نیکی کی تلقین و ترغیب اور منکرات کے نتائج سے گناہ کرنے اور ان کے ارتکاب سے روکنے والے)، الحفظون لحدود اللہ (اللہ کی بتائی ہوئی حدود کی حفاظت کا اہتمام کرنے والے)

‘اولیاء اللہ’ (اللہ کے دوست) ابرار (نیکی کار) متقین (اللہ سبحانہ کے استحضار کے ساتھ ظاہر و باطن کی غیر اللہ کے خوف، ہیبت اور محبت کے اثر سے حفاظت کرنے والے) مقربین (اللہ سبحانہ کی جانب سے تقرب خاص سے نوازے جانے والے) متصدقین (کثرت سے صدقہ دینے والے مرد) متصدقت (کثرت سے صدقہ دینے والی عورتیں) صائمین (کثرت سے روزے رکھنے والے مرد) صائمات (کثرت سے روزے رکھنے والی عورتیں) ‘حفظین لفر وجہم و الحافظات (اپنی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے) الذاکرین اللہ کثیرا و الذاکرات (اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے اور ذکر کے تقاضوں پر عمل کرنے والے) کے جامع مصداق صحابہ کرام کے بعد صوفیہ عظام ہی ہیں۔

## 1.4 تصوف کی تاریخ

تصوف کی تاریخ کو چھ مختلف ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہاں پر ان کا تفصیلی تعارف دیا جا رہا ہے۔

## 1.5 پہلا دور

پہلا دور رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے شروع ہوتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر ختم ہوتا ہے۔ اس دور میں قرآن حکیم نازل ہوتا ہے۔ جس میں تدریجاً دینی احکام کا نزول ہوتا ہے۔ اور مختلف قرآنی آیات کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے سائے میں امت کو اپنی فکر، اپنی حیات اور اپنے اخلاق کی تربیت کی جانب توجہ دلائی جاتی ہے۔ حدیث جبریل میں ایمان و اسلام کے مبادی و ارکان کے بعد احسان کی بابت سوال ہوتا ہے تو صحیح روایت کے مطابق جناب رسالت مآب ﷺ جواب میں فرماتے ہیں۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (یعنی تو اللہ کی ایسے عبادت کرنے جیسے اسے دیکھ رہا ہو اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت اور اس کے معانی پر غور و فکر کرتے، خود کو اس کی میزان میں تولتے، ذکر و اذکار اور صلوة و سلام علی النبی سے اپنی زبانیں تر رکھتے، اپنی دنیاوی ذمہ داریاں نبھاتے بشرطیکہ کسی معاملہ میں شریعت مقدسہ سے ٹکراؤ نہ ہو رہا ہو، اور اگر اپنے قلوب یا اعمال میں اللہ سے غفلت پاتے یا تکنیاً کسی معصیت کے مرتکب ہوتے تو اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے، روتے، گڑگڑاتے اور غنودہ گزری کی دعا کرتے اور نمازوں میں تلاوت کی مقدار و رکعات کی تعداد بڑھا دیتے اور مالدار صحابہ صدقات و خیرات کی مقدار میں اضافہ فرما دیتے۔ ان کے سامنے ارشادات رسول ﷺ تھے۔ جن کا وہ حتی المقدور تقاضہ پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ لیکن نہ ان میں کوئی بے قابو ہو کر چیخا، چلاتا، نہ بے ہوش ہو جاتا، نہ وجد کے عالم میں رقص کرنے لگتا، نہ کوئی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اسرار و تجلیات پر تقریر کرتا، نہ ان کی زبان سے عادتاً وہ کلمات ادا ہوتے جو ظاہری معنی کے لحاظ سے قابل گرفت سمجھے جاتے (جن کو صوفیہ نے شطحات کا نام دیا) جہنم کے خوف اور جنت کی امید کے ماسوا اللہ تبارک و تعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق حسب ارشاد نبوی ﷺ من احب لقاء اللہ فاحب لقاءہ کبھی کبھی ظاہر ہو جاتا اور کبھی کبھی جیسا کہ طلبہ حدیث نبوی واقف ہیں نادراً شطحات بھی ادا ہو جاتے۔ ان کی اپنی زندگی اللہ واحد کی ذات و صفات پر غیر متزلزل یقین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہر شعبہ حیات میں اطاعت اور حقوق

اللہ، حقوق الرسول اور حقوق العباد کی ادائیگی میں توازن سے عبارت تھی۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر و تؤمنون باللہ الخ۔ یحبہم و یحبونہ الخ 'والذین امنوا اشد حبا للہ الخ' رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ وغیرہ آیات مبارکہ کے مقصود اول صحابہ ہی تھے۔ ہجویری نے ابوالحسن قوشچی (م 348ھ) کا قول نقل کیا ہے کہ "آج تصوف ایک نام ہے بغیر حقیقت کے، لیکن زمانہ سابق میں یہ ایک حقیقت تھی بغیر نام کے۔" ہجویری اپنی طرف سے وضاحت کرتے ہیں کہ "صحابہ کرام اور سلف صالحین کے زمانے میں یہ نام موجود نہ تھا۔ لیکن اس کی حقیقت ہر (حساس و متدین) شخص میں جلوہ گر تھی۔"

خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ کا اختیاری فقر، تقویٰ، ورع، توکل، تسلیم، رضا، صدق اور تفرید جس طرح مسلم حقیقت ہیں۔ اسی طرح خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کا پونڈ لگا لباس، کثرت تلاوت، تقویٰ، جمع امت کی فکر، خاک آلودہ بدن، آہنی عزم، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی رعایت، شب نوردی، ذوق عبادت، احساس جوابدہی۔ خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کا صبر و تحمل، حیاء، استقامت و حزم و یقین، فیاضی، تمکین، کثرت تلاوت و اذکار و عبادت، ایثار و قربانی اور خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کا صبر، عدل، علم، خوف، فقر، حصول و مقاصد شریعت اور معانی و مفاہیم قرآن پر عبور، کثرت تلاوت و عبادت، انکساری اور اصحاب صفہ کی متوکلانہ زندگی اور اشاعت دین و تعلیم و تعلم و تلاوت قرآن و اذکار میں مشغولیت جس کی طرف قرآن حکیم نے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ کہہ کر اشارہ کیا ہے۔ آخر کیا پیغام دیتے ہیں؟ ان کے علاوہ معصب بن عمیر، عبداللہ بن مسعود، بلال بن رباح، عمار بن یاسر، عثمان بن مظعون، جعفر الطیار، سلمان فارسی، عبداللہ ابن عمر، ابو ذر غفاری، حدیفہ بن الیمان، ابوالدرداء، ابو ہریرہ، تمیم الداری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے شب و روز قوشچیؓ کے قول کی تائید کرتے ہیں۔

## 1.6 تصوف کی تاریخ: دوسرا دور

اس دور میں جہاں مختلف علوم و فنون کے ماہر علماء و فضلاء اور فقہاء و مجتہدین قرآن و حدیث کے لفظ و معانی کی حفاظت اور دینی علوم کی اشاعت کے لیے کمر بستہ ہوئے وہیں نساک، زہاد اور صوفیہ نے باطن دین و شریعت اور احوال و کیفیات رسول ﷺ کے تحفظ کی ذمہ داری سنبھالی۔

بصرے میں حسن بصری، مالک بن دینار، فضل رقاشی، رباح بن عمر تمیمی، صالح اور عبدالواحد بن زید اپنی حقیقت پسندی، ناقدانہ رویے اور زہد و تقویٰ و علم کے لیے مشہور ہوئے جب کہ کوفے میں ربیع بن خثیم، ابواسرائیل ملائی، منصور بن عمار، ابوالغائب اور عبدک اپنی روایت پسندی، ظاہریت، زہد و تقویٰ اور فکر مثالی کے لیے جانے گئے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب بکاؤن اور قصاص سامنے آئے جن پر دنیا میں آلودگی کے باعث رقت قلبی، آہ و بکا اور یوم جزا اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں جوابدہی کے احساس کا غلبہ ہوا۔ حسن بصری کی خشیت کے بارے میں چنانچہ کہا گیا کہ ان کو نہ دیکھنے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا جہنم کی آگ عمر بن عبدالعزیز اور حسن بصری ہی کے لیے بھڑکائی جا رہی ہے۔ فضیل بن عیاض (متوفی 803ء) نے رہزنی اور بدکاری سے توبہ کر کے ابوحنیفہ کی صحبت اختیار کی تو یہ عالم ہو گیا کہ خلیفہ ہارون رشید جب ان سے ملے اور اندھیرے میں خلیفہ کے بدن سے ان کا ہاتھ لگ گیا تو ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا: کاش یہ نرم بدن جہنم کی آگ سے بچا رہے خلیفہ بے اختیار روپڑا اور اس کی پچکیاں بندھ گئیں۔ ابراہیم بن ادہم (متوفی 790ء) نے بلخ کی امارت ترک کی، گدڑیے سے لباس و سواری کا تبادلہ کیا، مکہ

کی راہ لی وہاں سے ابوحنیفہ کی مجلس میں پہنچے اور حصول علم کے بعد کاشت کاری کو ذریعہ روزگار بنایا۔ حتیٰ کہ نصرانیوں کے خلاف ایک جہاد میں شہید ہو گئے۔ جنید بغدادی نے ان کی بابت فرمایا کہ وہ علم تصوف یا علم باطن کی چابی تھے۔ بشرحانی (متوفی 841ء) نے میکشی چھوڑنے کے بعد فضیل سے رشتہ جوڑا اور فکر و عمل میں کمال اخلاص حاصل کرنے میں لگ گئے۔ رابعہ بصریہ (متوفی 776ء) نے اللہ سبحانہ کی محبت میں کمال وحدانیت پیدا کی حتیٰ کہ من احب لہ و ابغض لہ و اعطی لہ و منع لہ فقد استکمل الایمان (جس نے اللہ کے لیے محبت کی اللہ کے لیے نفرت کی اللہ کے لیے دیا اللہ کے لیے روکا اس نے ایمان مکمل کر لیا) کا مظہر بن گئیں۔

یہ وہی دور تھا جس میں حسن بصری کے صحبت یافتہ عبدالواحد بن زید نے اب تک کی معلومات کے مطابق پہلی خانقاہ کی بنیاد ڈالی جس کی اصل بظاہر صفہ مسجد نبوی سبحا جاسکتا ہے، جس میں دین دار طبقہ کے خواص نے دولت، شہرت اور دنیاوی جاہ و مرتبت اور فنا ہونے والی آسائشوں سے رفته رفته خود کو دور کیا۔ اقتدار کے حصول کی سیاسی کوششوں کو ناپسندیدہ نظر سے دیکھا اور کسی بھی فریق کا عملاً ساتھ دینے کے بجائے گوشہ نشینی اختیار کی اگرچہ ان کا رجحان اہل علم و عدل و تقویٰ کی خاموش تائید کی طرف رہا۔ مزید برآں محدثین کی نقد و جرح، فقہا کی مویشگانیوں، اہل کلام و فلسفہ کے ماوراء عقل حساس موضوعات پر محکم اظہار خیال اور قرآن و حدیث پر بے باک و بے مہار آزادی خیالی میں انھوں نے عافیت اسی میں جانی کہ گوشہ نشینی اختیار کر لیں۔ اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت، احکام شریعت کی پابندی، عبادت و نیکو کاری میں مشغولیت، خود احتسابی، تلاوت و تدبر قرآن و اذکار مسنونہ میں زبان و قلب کا انہماک، علم کلام سے احتراز، فروعی مسائل میں زیادہ محتاط طریقے پر عمل، بعض میں خشیت اور بعض میں محبت کا غلبہ ان کی خصوصیات رہیں۔

یہ دور اس معنی میں سنہری دور سمجھا جاتا ہے کہ قرآن حکیم اور سنت مطہرہ کے سوتوں سے اس کی آبیاری ہوئی تھی۔ ظاہر و باطن شریعت یا حقیقت، طریقت اور شریعت کی تقسیم کا تصور بھی جز و تصوف نہیں بنا تھا، صحابہ کرام کے عہد کی مجالس صحبت اور سنت بیعت احسان کا احیاء ہوا تھا، عبداللہ بن مبارک مروزی اور کعب بن الجراح اور احمد بن محمد بن حنبل کی تصانیف بالترتیب کتاب الزہد و الرقائق، کتاب الزہد اور کتاب الزہد، حارث محاسبی کی کتاب الرعا یہ حقوق اللہ و صایا، کتاب التوہم، البعث و النشور، آداب النفوس، محاسبۃ النفوس، مسترشدین، کتاب العلم، الرزق الحلال، الصبر و الرضا، التفکر و الاعتبار، فہم الصلوٰۃ، فہم القرآن، الزہد، العظمتہ وغیرہ اور سہل بن عبداللہ کی تفسیر القرآن العظیم سامنے آنے لگی تھیں۔ لیکن ان کے علاوہ عمر بن عثمان المکی، ابو یزید طیقو ر بن عیسیٰ بسطامی، جنید بغدادی، ابوسعید الخراز اور حسین بن منصور الحلاج کی ایسی تصانیف سامنے آنے لگیں جو عوام تو عوام خواص تک کے لیے معمہ بن گئیں۔

راسخ العقیدہ مسلمانوں کا ایک گروہ عقلی و منطقی اسلوب پر امام احمد بن محمد بن حنبل کے اظہار ناپسندیدگی پر حارث محاسبی کے مقاطعہ پر اتر آیا اور اس نے ایسا بے پلک و تشدد رویہ اپنایا کہ حارث محاسبی روپوش ہونے پر مجبور ہو گئے اور اسی روپوشی کے عالم میں ان کی وفات ہوئی۔ حنابلہ کے خوف سے جنازہ میں صرف چار افراد شریک ہوئے۔

## 1.7 تصوف کی تاریخ: تیسرا دور

نویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں تصوف کی تاریخ کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے۔ جو تقریباً بارہویں صدی کی ابتدا تک جاری رہتا

ہے۔ جس میں دیگر علوم کی ترتیب و تہذیب کے ساتھ علم تصوف کی بھی صورت گری ہونے لگی۔

گوشہ نشینی میں قرآن کریم کی تلاوت و تدبر اور سنت نبویہ کے باطنی پہلوؤں پر غور و فکر اور ہر دو کے معنی المعنی کی تلاش کے ساتھ ساتھ کثرت ذکر لسانی و قلبی صوفیہ کرام کو ان کے مجاہدوں، مراقبوں اور قرآن وحدیث کے الفاظ و معنی کے انجذاب سے ناقابل بیان کیفیات سے دوچار کرتا ہے، امراض نفس و قلب و روح کی تشخیص اور تجربہ کار مشائخ تصوف کے طریقہ علاج ان کو صحت باطن سے روشناس کراتے ہیں۔ علم تصوف علم القلوب کے نام سے معروف ہو جاتا ہے اور شیخ التریبیت کی رہنمائی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت، محبت اور جذبہ اطاعت و عہدیت عادت ثانیہ میں تبدیل ہونے لگتے ہیں۔ مستحبات شریعت باطنیہ محبوب اور مکروہات شریعت باطنیہ مبغوض ہونے لگتے ہیں۔

اسی دور میں شائق بلخی نے ”توکل“ (اللہ پر کامل بھروسہ) معروف کرنی نے ”فنائے حسی“ سری سطقی نے ”توحید“ ذوالنون مصری نے ”حال مقام اور معرفت و فنا“ ابو یزید طیفور بن عیسیٰ نے ”عشق الہی و سکر شعوری“ جنید بغدادی نے ”عشق الہی“ عبدیت رضا برضائے الہی اور صحو شعوری، ابوصالح حمدون القصار نے ملامت، ابوسعید الخراز نے ”فنا و بقاء اور عین الجمع“ ابو عبد اللہ محمد ابن خفیف نے ”حضور و غیبت“ ابو العباس السیار نے ”شوق و الم“ حارث محاسبی نے ”محاسبہ نفس و روح و وقت و توانائی اور حال و مقام“ سہل بن عبد اللہ تستری نے ”معصیات سے کلی اجتناب اور اطاعات میں کلی انجذاب“ حکیم ترمذی نے ”ولایت“ ابو الحسنین نوری نے ”ترجیح صحبت بر عزلت و ایثار نفس“ کے نظریات اپنے اپنے علم و احوال اور مخاطب کے فہم کے مطابق بیان کرنا شروع کیے۔ عمرو بن عثمان المکی اور حسین ابن منصور الحلاج کی تصنیفات و مکتوبات سامنے آئیں۔

اس دور میں دین دار طبقہ شریعت اور اس کے احکام پر قائم رہا، البتہ خواص نے تقرب و خوشنودی باری تعالیٰ کے لیے مجاہدے اپنائے، یکسوئی کے لیے جنگوں، ریگستانوں، ویرانوں اور پہاڑوں کا رخ کیا تاکہ یکسوئی سے اذکار الہی اور کائنات میں غور و فکر کے لیے وقت دے سکیں۔ بعض سماع حمد و نعت کی طرف جھکے تاکہ دل کی سخت زمین کاشت کے قابل بن سکے اور بعض پر انکشاف حقائق ہونے لگا، فراست ایمانی ان کا وصف بن گئی اور تمام اطاعات و عبادات شریعہ میں عشق الہی کی حرارت ان کی توانائی بن گئی۔ بقول شاہ ولی اللہ توحہ کی نسبت چونکہ ابھی درجہ کمال تک نہیں پہنچ پائی تھی چنانچہ مقصود نہیں بن پائی۔ یہاں ”توحہ“ کا مفہوم اچھی طرح سمجھ لینے کی ضرورت ہے: حقیقتہ الحقائق (یعنی ذات باری تعالیٰ) کی طرف کمالاً ایسے متوجہ ہونا کہ نفس انسانی مکمل طور پر اللہ کے رنگ (صبغۃ اللہ) میں ایسے رنگ جائے کہ اس کے بعد کوئی دوسرا رنگ چڑھ ہی نہ سکے۔

یہ وہ دور ہے کہ ایک طرف ابو عبد الرحمن السلمی کے قلم سے حقائق التفسیر لکھی جا رہی ہے جس میں ظواہر قرآن کو چھوڑے بغیر بطون قرآن تک پہنچنے کی کوشش کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اور طبقات النساک، طبقات الصوفیہ اور حلیۃ الاولیاء تصنیف ہو رہی ہیں، تاکہ صوفیہ کے اقوال و احوال اور ان میں نبوی اقوال و احوال کے ساتھ کمال ہم آہنگی محفوظ ہو جائیں۔ تو دوسری طرف للمع از نصر سراج طوسی، قوت القلوب از ابو طالب مکی، التعرف لمذہب اہل التصوف از ابو بکر کلابازی، الرسالہ فی علم التصوف از ابو القاسم قشیری، صدمیدان اور منازل السائرین از عبد اللہ انصاری جنابلی، کشف المحجوب از علی بن عثمان ہجویری، احیاء علوم الدین، کیمیائے سعادت، الاربعین، معارج القدس، روضہ الطالبین، قواعد العقائد، مشکوٰۃ الانوار از ابو حامد محمد الغزالی سامنے آتی ہیں۔ اور مصنفین اور مؤلفین کے نام کے باعث تصوف سے بیگانگی دور

ہونے لگتی ہے۔ جہاں تصوف کے عقائد و عمل بے نقاب ہو جاتے ہیں۔ ان تصانیف کا مطالعہ ہم کو مؤلفین کے درج ذیل ممکنہ مقاصد کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

1. تصوف کے مبادی، مقاصد و مسائل اور حقیقت سے اہل علم کو آگاہ کرنا اور مسائل تصوف کی قرآنی و نبوی بنیادوں کی وضاحت کرنا۔
2. تصوف کا ظواہر شریعت محمدی سے رشتہ بتانا کہ یہ دونوں روح و جسم کی طرح ہیں۔
3. کلمات سکر (شطحیات) کی توضیح
4. عقائد و اعمال اور اقوال صوفیہ کی وضاحت اور احوال صوفیہ کی ممکنہ توضیحات و توجیہات بیان کرنا
5. جہلاء صوفیہ کے کلمات باطلہ کا رد کرنا
6. متصوفین اور فرق باطلہ سے بے تعلقی کا اظہار کرنا
7. اہل غلو کو اصلاح کی طرف متوجہ کرنا
8. رسم پرست اہل تصوف کو رسوم تصوف کے بجائے اصول و قواعد کی پابندی اور حق پرستی کی تلقین کرنا
9. اہل ظاہر کو حقائق و مقاصد شریعت جاننے کی دعوت دینا
10. نااہل ہوس پرست اور انانیت پسندوں کی حوصلہ شکنی کرنا

یہ بات پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ بعض اساطین علم کی جانب سے ان کتابوں اور ان کے مؤلفین پر سخت نقد بھی ہوا ہے۔ دور و سطلی کے ناقدین میں عبدالرحمن ابن الجوزی، تقی الدین ابن تیمیہ اور شمس الدین ذہبی کے نام نمایاں ہیں جنہوں نے اصلاً ضعیف، موضوع اور بے اصل احادیث سے استدلال اور اپنے نزدیک صوفیہ کے غلو اور حدود شرع سے مبینہ تجاوز کو نشانہ بنایا۔ یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ ہر علم و فن کے اصول، قواعد و ضوابط اور اصطلاحات کے علاوہ مقدمات و مبادی بھی ہوتے ہیں جن سے ناواقفیت اس علم و فن کی جانب غلط فہمیاں پیدا کرتی ہے۔ اس کا اطلاق ناقدین و مؤیدین ہر دو پر ہوتا ہے۔

## 1.8 تصوف کی تاریخ: چوتھا دور

بارہویں صدی کی ابتدا ہی میں تصوف کے چوتھے دور کا آغاز ابو سعید بن ابی الخیر اور ابو الحسن علی الخرقانی کے ظہور سے ہوا جب اہل دین کے عوام ظواہر احکام شریعت پر قائم رہے، خواص نے تزکیہ و تہذیب نفس، تصفیہ قلب و روح، فضائل اخلاق میں رسوخ اور احوال میں ترقی کے ذریعہ اللہ سبحانہ کے تقرب و خوشنودی کے حصول کو نصب العین بنایا۔ اور خواص الخواص نے اعمال و احوال اور مقامات سلوک سے گزر کر ”جذب“ تک رسائی حاصل کر لی جس نے ان کے سامنے ”توجہ“ یعنی حقیقت احسان کا راستہ کھول دیا۔ اور انہوں نے بذات خود مشاہدہ کر لیا کہ درحقیقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کی ذات فعال لما یرید (جو چاہے وہ کرنے والی ذات) اور قیوم حقیقی ہے، وہی غنی ہے اور باقی سب وجود کے

ہر مرحلہ پر ہر صفت میں اس کے محتاج ہیں۔ یہ ابوعلی روزباری، قشیری، غزالی، ہجویری، کلابازی اور ابوطالب مکی کے معاصر تھے لیکن ان کا طریقہ ان سب سے جداگانہ اور ان کا طرز حیات و فکر و عمل ان سب سے مختلف تھا۔ بہر حال شہاب الدین سہروردی ابوعلی روزباری، قشیری، کلابازی، ابوطالب مکی، غزالی، عبدالقادر جیلانی وغیرہ کی تصوف سے وابستگی نے مذہب علماء کے دل میں تصوف کی طرف ایک مثبت تاثر قائم کر دیا۔ ان کی مجالس کی شرکت نے ان کی تالیفات کے مشکل و مبہم مقامات کو صاف اور مبرہن کر دیا، اشکالات دور کر دیے اور وہ تاثر پیدا کر دی جس نے ان کی زندگی میں ایک انقلاب کی راہ کھول دی۔ وہی قرآن و وہی حدیث لیکن معانی و مفاہیم کی بارش نئی جس کے قطرہ قطرہ نے یا تو ان کی روح کی پیاس بجھائی یا اللہ عزیز کے خوف و خشیت کے ساتھ اس کی محبت کے جذبات قوی سے قوی تر کر دیے یا ان کی چشم باطن ایسے کھول دی کہ علمی اشکالات ہوا ہو گئے یا شوق شہرت فنا ہو گیا، یا علماء دین مجسم دین بن گئے، چنانچہ اس دور سے اہل تفسیر، اہل حدیث اور اہل فقہ میں ایک معتد بہ تعداد ہمیں صوفیہ سے منسلک ہوتی دکھائی دیتی ہے۔

## 1.9 تصوف کی تاریخ: پانچواں دور

بارہویں صدی کی الگ بھگ تیسری دہائی سے تصوف کا پانچواں دور شروع ہوتا ہے جو چودھویں صدی کے اواخر تک جاری رہتا ہے۔ اس دور میں وہ ذی اثر شخصیتیں ظاہر ہوتی ہیں جن کے نام نامی سے مختلف سلاسل منسوب ہوئے۔

1. شیخ عبدالقادر جیلانی (متوفی 1166ء)..... طریقہ قادریہ
  2. ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی (متوفی 1168ء)..... طریقہ سہروردیہ
  3. سید احمد ابن الرفاعی (متوفی 1182ء)..... طریقہ رفاعیہ
  4. احمد الیسوی (متوفی 1166ء)..... طریقہ یسویہ
  5. نجم الدین کبری (متوفی 1221ء) طریقہ کبریہ
  6. معین الدین حسن سجزی (متوفی 1336ء)..... طریقہ چشتیہ
  7. ابوالحسن علی الشاذلی (متوفی 1257ء)..... طریقہ شاذلیہ (ابو مدین شعیب (متوفی 1197ء) کے خلفاء سے مستفیض)
  8. احمد البدوی (متوفی 1276ء)..... طریقہ بدویہ
  9. جلال الدین رومی (متوفی 1273ء)..... طریقہ مولویہ / جلالیہ
  10. بہاء الدین محمد نقشبند (متوفی 1389ء) طریقہ نقشبندیہ
- (طریقہ نقشبندیہ پہلے طریقہ خواجگان کے نام سے یوسف الہمدانی (متوفی 1140ء) اور عبدالخالق و غجدانی (متوفی 1179ء) کی طرف منسوب تھا)

ہر طریقہ یا سلسلہ اپنے مخصوص اصول اور قواعد و ضوابط رکھتا تھا، لیکن اللہ سبحانہ کی محبت، خوشنودی اور عبدیت کا حصول سب میں

مشترک تھا۔ اجتماعی تعلیم اور باقاعدہ انفرادی تربیت سلوک کا سلسلہ اسی دور میں شروع ہوتا ہے۔ تصوف میں در آمد میںہ انحرافات کو دور کر کے متصوفین کو قانون شریعت کا پابند بنایا جاتا ہے۔ شیخ کی موجودگی و نگرانی میں ذکر و سماع کی مجلسیں منعقد کرنے کا اہتمام ہوتا ہے۔ اور ایسے اذکار و اشغال، مجاہدے اور مراقبہ تجویز کیے جاتے ہیں جو اہل شقاوت کو اہل سعادت میں تبدیل کر دیں۔

یکے بعد دیگرے مختلف مقامات پر خانقاہوں اور ان سے ملحق مسجدوں کی تعمیر ہوتی ہے جس میں صاحب دل امراء و سلاطین بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ان خانقاہوں اور ان کے مکینوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے زمینیں، جاگیریں وقف کی جاتی ہیں۔ تاکہ شیخ و مرید یکسوئی، مجاہدہ و تصفیہ باطن کے ذریعہ مشاہدہ حق تک پہنچنے کی کوشش میں لگے رہیں۔

اس دور میں مشائخ و سالکین کی رہنمائی کے لیے سلوک، تصوف کے شرائط، ارکان و آداب پر متعدد درسائے و کتب لکھی جاتی ہیں۔ ان میں آداب المریدین از ضیاء الدین سہروردی، عوارف المعارف از شہاب الدین سہروردی، مرصدا العباد از نجم الدین دایہ رازی، اور الامرا الحکم المربوط از شیخ اکبر ابن عربی حاتی کا مقام نمایاں ہے۔ ان میں عوارف المعارف کو اتنی مقبولیت حاصل ہوتی ہے کہ نہ صرف خانقاہوں میں طالبان حق کے لیے یہ نصاب کا جزو بن جاتی ہے بلکہ کثرت سے اس کی شرحیں بھی لکھی جاتی ہیں۔

تیرہویں صدی کی ابتدا میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اندلس سے مشرق کا رخ کرتے ہیں۔ اور کثرت مشائخین قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، لغت و تصوف سے اکتساب فیض کرتے مکہ معظمہ پہنچتے ہیں، حج ادا کرتے ہیں، دمشق کا رخ کرتے ہیں جہاں ان کا والہانہ خیر مقدم ہوتا ہے۔ قلب و روح پر اسرار و حقائق ایسے بے نقاب ہوتے ہیں کہ تحریر و تقریر میں ان کا اظہار معاصرین میں انتشار پیدا کر دیتا ہے۔ چار سو سے متجاوز آپ کی تصنیفات کی فہرست میں اس تفسیر کا کوئی تذکرہ نہیں جو مسلسل ان ہی کے نام سے منسوب شائع ہوتی آرہی ہے اور جو اصلاً محققین کی رائے میں عبدالرزاق کاشانی کی تصنیف ہے۔ آپ نے بھی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تھا لیکن سورہ کہف تک پہنچے تھے کہ قضائے آلیا۔ بہر حال تصوف میں فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کو غیر معمولی شہرت ملی۔ اگرچہ فصوص شروع سے تنقید و تنازعہ کا شکار بنی۔ فتوحات مکیہ اپنی ندرت، جامعیت، تنوع، تحقیق، تدقیق، اسلوب اور حسن عبارت میں ہنوز بے مثال ہے۔ لغت کی تنگ دامانی نے اسرار و حقائق کے بیان کے لیے ابن عربی کو الفاظ سازی کی تجدید اور متداول الفاظ کے معانی کی توسیع پر مجبور کر دیا۔ آپ نے ایک طرف نا اہل قارئین کو اپنی تصنیفات دیکھنے سے روکا اور ان کو اپنی تصنیفات میں نظر کرنا حرام قرار دیا، اور دوسری طرف ہوس کاروں کی حوصلہ شکنی کی غرض سے اپنے افکار کے تار و پود اپنی مختلف تصانیف میں بکھیر دیے، جس سے عوام و خواص ہی نہیں، خواص الخواص کے لیے بھی مضامین کا سمجھنا کٹھن ہو گیا۔ عینیت، غیریت، تنزلات، تعینات، وجود، شہود، کشود، لوائح، لوامع، یوم، اعیان ثابتہ ایسی ہی چند اصطلاحات ہیں جن کے مرادی معنی تک، خص الخواص ہی پہنچ پائے۔ ورنہ دوسروں نے بشمول اکابر صوفیہ (مثلاً ابوالکارم علاء الدولہ سمنانی، سید محمد گیسو دراز، شیخ احمد سرہندی) ابن عربی پر اپنے نقد کا اپنے اپنے انداز میں اظہار کیا۔ جو سمجھے ان کے لیے بھی سمجھنا دشوار ہو گیا، چنانچہ محبت اللہ الہ آبادی اور ان کی تصانیف سے اور نگ زیب عالمگیری ناراضگی جاننے والے بخوبی جانتے ہیں۔ لیکن جو بگل ابن عربی نے پھونکا تھا اس نے تقریباً ساری اسلامی دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اب تک جو اسرار و حقائق اصول و ارکان تصوف پر کار بند سالکین پر منکشف ہوتے وہ زوائد میں سمجھے جاتے تھے اور ان سے توجہ ہٹالینے کی باتیں ہوتی تھیں، لیکن اب جو اسرار و حقائق ابن عربی کے قلم نے وا کیے ان کو بجائے زوائد کے مقاصد کا درجہ دے دیا گیا۔ محقق صوفیہ نے اسی لیے ابن عربی کی

تحریروں کو پڑھنے سے اپنے اپنے مریدین کو روکا، اور صرف خاص خاص منتہی مریدین کو فتوحات یا فصوص کا درس دیا۔ فصوص الحکم کی کثرت سے شرحیں لکھی گئیں۔ شارحین میں داود قیسری، جامی، عبدالغنی نابلسی، محبت اللہ آبادی، شاہ مبارک علی حیدر آبادی، محمد صدیقی سوداگر کے نام قابل ذکر ہیں۔

اسی دور میں جلال الدین محمد رودی نے اپنی شہرہ آفاق مثنوی بزبان فارسی / پہلوی لکھی، جس میں دین شریعت، توحید رسالت، آخرت کے علاوہ تصوف و کلام کے مسائل دکش اور عام فہم انداز میں بیان کیے ہیں۔ اس کی بھی تلخیصات، شروحات اور اصطلاحات کی توضیحات پر کام کیا گیا ہے۔ شروحات میں مولیٰ مصطفیٰ، کمال الدین خوارزمی، اسمعیل انقروی، اسمعیل قیسری، بحر العلوم فرنگی محلی، محمد افضل آبادی، ولی محمد اکبر آبادی، اشرف علی تھانوی، نذیر عرش کی تالیفات اہمیت کی حامل ہیں۔

اسی دور میں شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی اپنے مثنوی واشراقی فلسفہ کو جو فیثا غورس، افلاطون، ارسطو، پالیس، زرتشت اور رہبانیت کے امتزاج سے عبارت تھا۔ تصوف میں گوندھ کر اس طرح پیش کرتے ہیں کہ عقلاء کی عقلیں ماؤف ہو جاتی ہیں۔ ان کی تصانیف میں تلویجات، مطارحات، حکمتہ الاشراق، ہیكل النور، اعتقادات الحکماء، یزداں شناخت کے علاوہ علامتی زبان میں لکھی گئیں عقل سرخ، رسالہ فی المعراج، روزے، بجماعت صوفیاں وغیرہ کے اثرات ایرانی / عجمی زہاد حکما اور الہمیین پر بڑی قوت سے مرتب ہوئے۔ اس سلسلہ میں جلال الدین دوانی، نصیر الدین طوسی، شمس الدین شہر زوری، قطب الدین شیرازی، میرداماد، ملا صدر الدین شیرازی، احمد احسانی اور ہادی سہروردی کے نام مشہور ہیں۔ شیخ الاشراق کو بھی مجد الدین بغدادی کی طرح زندقہ (گمراہی) کے الزام کا سامنا کرنا پڑا اور وہ 38 سال کی عمر میں بغدادی کی طرح قتل کر دیے گئے۔

اسی دور میں تاتاریوں نے چنگیز خاں کی قیادت میں مسلم ممالک پر یلغار کر دی، خوارزم شاہی سلطنت کے ساتھ ساتھ دوسری سلطنتیں، ہی تاش کے پتوں کی طرح تاتاری پوش کے آگے ڈھیر ہو گئیں، خوارزم شاہ نے مسلم سلاطین سے مسلسل جنگیں کر کے کسی کو اس لائق نہیں بڑھا تھا کہ وہ تاتاری طوفان کو روک پائے، سقوط بغداد کے ساتھ تاتاریوں کے حوصلے اور بلند ہو گئے، آگ، خون، تباہی کا ایسا منظر سامنے آیا کہ دیکھنے والوں کا دل دنیا سے سرد ہو گیا اور اللہ کی بارگاہ میں رجوع پر خود کو انھوں نے مجبور پایا۔ رکن الدین بھیرس نے عین جالوت میں غیاث الدین بلبن کی افواج نے شمالی ہند میں تاتاریوں کو شکست دے کر ان کی پیش قدمی روک دی، لیکن لاکھوں سروں کے مینارے، لاکھوں کتابوں کے الاوے، ان گنت بستیاں اور باغات راکھ ہو چکے تھے، علمی مراکز اجڑ چکے تھے، علماء و صوفیہ بھی نہ بچ پائے تھے، چنانچہ نجم الدین کبری اسی فتنہ میں شہید ہوئے۔ عالم اسلام پر ایسی اداسی چھائی کہ دولت عثمانیہ کی رفعت و سطوت بھی اسے دور نہیں کر پائی، ایسے میں صوفی خانقاہوں نے اپنا مفوضہ کام انجام دیا، سیف الدین باخرزی اور صدر الدین ابراہیم کے ہاتھ پر تاتاری بھاری تعداد میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

صوفیہ شروع سے اسلام کے داعی رہے، ان کی زبانیں خاموش رہتیں تو ان کے کردار بولنے لگتے۔ قرآن وحدیث ان کی دعوت کی بنیاد اور سیرت رسول ﷺ واسوہ صحابہ ان کے پیغام کے جسم و جان تھے۔ جو بات کرتے دل سے نکلتی اور دل ہی میں ترازو ہو جاتی، وسطی ایشیا ہو، جنوبی ایشیا ہو یا جنوب مشرقی ایشیا، دین اسلام کی تبلیغ میں امانت دار تاجروں کے علاوہ صوفیہ کرام نے اہم کردار ادا کیا، ان کے ایثار و قربانی اور خدمت خلق کے جذبات سے سرشار دعوت اسام نے نہ صرف زخمی دلوں پر مرہم رکھا بلکہ ذات پات میں بٹے ساج کو یکجا کیا اور تمام

انتیازات سے بلند ہو کر عالم انسانیت کو الہ واحد کی بندگی اور قانون شریعت کے آگے خود سپردگی کی جانب متوجہ کیا۔ جو لوگ دنیوی مصائب سے بد حال تھے، ناموافق حالات سے مایوس تھے، خانقاہوں میں ان کو پناہ ملی، غذا ملی، چھت اور بستر ملے، غم دور نہ ہو سکا تو غم کو بانٹنے والے سچے غم گسار ملے جنہوں نے دنیوی مصائب و آلام اور دنیوی لذت و آرام کے ناپائدار ہونے کا حکیمانہ انداز سے یقین دلایا اور بتایا کہ انسان حتی المقدور کوشش کا مکلف ہے، نتائج اللہ عزوجل نے اپنے اختیار میں رکھے ہیں۔ زندگی، وقت، توانائی، صلاحیت اللہ عزوجل کی نعمت و امانت ہیں لہذا ان کو مصائب پر کڑھ کر ضائع کرنے کے بجائے ان کے مطلوبہ مصارف پر ان کو اس طرح خرچ کیا جائے کہ یہ نفع بخش سرمایہ بن جائیں۔

## 1.10 تصوف کی تاریخ: چھٹا دور

پندرہویں صدی عیسوی میں تصوف کا چھٹا دور شروع ہوا جو اٹھارہویں کے اواخر تک چلا۔ اس دور میں مختلف سلاسل کی نظریاتی بنیادیں مستحکم کی گئیں۔ اگرچہ گزرتے وقت کے ساتھ بدلتے حالات میں نظریوں میں کمی بیشی و ترمیمات جاری رہیں۔ سلاسل خود شاخ و شاخ بنتے گئے۔ یہ اور بات ہے کہ بانی سلسلہ کا احترام و اکرام قائم رہا۔

مختلف سلاسل کے درمیان حریفانہ شکلیں بھی پیدا ہوئیں۔ باہمی رقابتیں بھی کبھی کبھار بے حجاب ہوئیں، بانیان سلاسل کی بابت افضل و مفضول کی بحثیں بھی چھڑیں جن سے دلوں میں غبار پیدا ہو گیا، محقق مشائخین نے اس کے حل کی یہ تدبیر کی کہ بذات خود مختلف طریقوں سے وابستہ ہو گئے، سلوک کی از سر نو تکمیل کی، مجاز بیعت ہوئے، پھر مریدین کے رجحانات اور صلاحیتوں پر نظر کرتے ہوئے ان سے مختلف سلاسل میں بیعت لی تاکہ کسی سلسلہ کی بابت ان کے دل میں تحقیر کا جذبہ نہ پیدا ہو، اور حسب صلاحیت مرید سلوک کی تعلیم دی۔ شیخ احمد سرہندی مثلاً اپنے والد گرامی شیخ عبدالاحد کے ہاتھ پر چشتی سلسلہ میں بیعت ہوئے، پھر والد کے حکم پر شاہ سکندر کیکھلی کے ہاتھ پر قادری سلسلہ میں بیعت کی، پھر دوسرے صوفیہ کے ہاتھ پر سہروردی اور کبراوی سلسلوں سے وابستہ ہوئے۔ تکمیل سلوک کے بعد حجاز کے ارادے سے وطن سے نکلے، لیکن دہلی میں حضرت باقی باللہ کی زیارت کی تو خود بخود نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہونے اور راہ سلوک طے کرنے کا قوی جذبہ پیدا ہوا، حضرت باقی باللہ نے اپنے اصول کے برخلاف فوراً بیعت کر لیا۔ آگے شیخ احمد سرہندی کی شہرت نقشبندی شیخ کی حیثیت سے ایسے پھیلی کہ صرف انبالہ جیسے چھوٹے شہر میں بیک وقت آپ کے 42 خلفاء اشاعت حق میں لگے رہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا، اگرچہ ان کے پاس مختلف سلاسل کے درمیان توازن ملتا ہے۔ آگے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی شخصیت مجمع البحار کی صورت میں جلوہ گر ہوئی۔ انہوں نے مختلف سلاسل سے اپنی وابستگی کی بابت، الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا جو محققین کی رائے کے مطابق مستقلاً نا تمام طبع ہوتا آ رہا ہے۔

## 1.11 خلاصہ

خلاصہ یہ کہ روز اول سے ہی تصوف کے معنی کی اصل کے بارے میں علماء کے درمیان مختلف رائیں رہی ہیں۔ البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ تصوف، ادب، خاموشی، ذکر و وجد، فناء، صفاء باطن، صبر و تحمل، عطا و سخا، ترک شہوات، ترک اخلاق بد، حسن خلق، نیک اعمال، نفس کو شیطان کے جال سے آزادی، قرب و توجہ الی اللہ اور خوشنودی رب کے حصول کے لیے جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ اس اکائی میں سب سے

پہلے تصوف کے معنی و مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔ بعدہ اس کی مختلف تعریفیں بیان ہوئی ہیں۔ تصوف کے آداب بتائے گئے ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ تصوف کی تاریخ کو چھ ادوار میں تقسیم کر کے ہر دور کی تاریخ اس کی مخصوص خصوصیات کے ساتھ تفصیلاً بیان کی گئی ہیں۔ اس دوران کوشش یہ بھی رہی ہے کہ ہر دور کے صوفیاء کے نام اور اس دور کی اہم کتابوں کا بھی ذکر کر دیا جائے۔

## 1.12 نمونے کے امتحانی سوالات

درج ذیل سوالات کے جوابات پندرہ پندرہ سطروں میں دیجیے

1. تصوف کے معنی اور مفہوم پر روشنی ڈالیے۔
  2. تصوف کے کیا آداب ہیں؟ مختصر بیان کیجیے۔
  3. تصوف کے ادوار کا ذکر کرتے ہوئے اس کے چھٹے دور پر روشنی ڈالیے۔
- درج ذیل سوالات کے جوابات تیس تیس سطروں میں دیجیے
4. تصوف کے پہلے دور پر گفتگو کیجیے۔
  5. تصوف کے پانچویں دور کی خصوصیات پر مضمون لکھیے۔

## 1.13 مطالعہ کے لیے معاون کتابیں

1. ہمعات از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (اردو ترجمہ)
2. کشف المحجوب از سید علی ہجویری (اردو ترجمہ)
3. رسالہ قشیریہ از ابوالقاسم قشیری (اردو ترجمہ)
4. تلخیص ابلیس از عبدالرحمن ابن الجوزی (اردو ترجمہ)
5. تذکرۃ الاولیاء از فرید الدین عطار (اردو ترجمہ)
6. Annemarie Schemmel, Mystical Dimensions of Islam
7. Encyclopedia of Islam (3rd Edition)
8. اردو دائرہ معارف اسلامیہ
9. تزکیہ و احسان از سید ابوالحسن علی ندوی

